



کنھیا لال کپور

(1910–1980)

کنھیا لال کپور لاہور میں پیدا ہوئے۔ وہیں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور انگریزی کے استاد مقرر رہو گئے۔ ہندوستان کی تقسیم کے بعد ہندوستان آگئے اور گورنمنٹ کانچ موجا (پنجاب) میں پرنسپل کے عہدے پر ملازم ہو گئے، بینیں ان کا انتقال ہوا۔ طفول مزاح ان کا خاص میدان ہے۔ پیرو ڈی لکھنے میں انھیں خاص مہارت حاصل تھی۔ زندگی کے عام تجربوں سے مزاح پیدا کر لینا ان کی ایک خاص پہچان ہے۔

‘نوک نشرت’، ‘بال و پر’، ‘نرم گرم’، ‘گرد کارواں’، ‘نازک خیالیاں’، ‘مع شگوفے’، ‘سنگ و خشت’، ‘شیشه و تیشه’ اور ‘کامریڈ شیخ چلی’، ان کی مشہور کتابیں ہیں۔

بے تکلفی

کہنے کو تو استادِ ذوق فرمائے

اے ذوقِ تکلف میں ہے تکلیف سراسر

لیکن یہ غور نہ فرمایا کہ اگر تکلف میں تکلیف ہے تو بے تکلفی میں کون سی راحت ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ وہ تکلف بھی جس کی معراج ”پہلے آپ ہے“ بے تکلفی سے بدر جہا بہتر ہے۔ فرض کیجیے آپ جہنم کے دروازے پر کھڑے ہیں اور جہنم کا داروغہ آپ سے کہتا ہے ”تشریف لے چلیے“ اور آپ مسکرا کر نہایت لجاجت سے عرض کرتے ہیں، ”بی پہلے آپ“، تو عین ممکن ہے کہ آپ کے حسن اخلاق سے مروع ہو کر آپ کو جہنم کی بجائے جنت میں بھجوادے۔ اس کے عکس اگر آپ کی داروغہ جنت سے بے تکلفی ہے تو ہو سکتا ہے کہ نبی مذاق میں وہ آپ کو باغِ بہشت کی کسی نہر میں اتنے غوطے دلوائے کہ آپ کو چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔



تکلف کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہینگ لگتی ہے نہ پچکری اور ظاہرداری جوں کی توں قائم رہتی ہے۔ مثلاً آپ کے گھر کوئی صاحب تشریف لائے ہیں۔ آپ کہتے ہیں، ”کچھ منگواؤں آپ کے لیے؟“ وہ فرماتے ہیں ”اجی صاحب، تکلف مت کیجیے۔“

”چائے پیسیں گے؟“

”شکریہ! ابھی پی ہے۔“

”سوڈا منگواؤں؟“

”نہیں صاحب، آپ تو خواہ مخواہ تکلف کرتے ہیں۔“

”شربت پیجیے گا۔“

”واہ صاحب، آپ تو پھر تکلف پر اُتر آئے۔“

”ٹھنڈا پانی پیجیے۔“

”اچھا صاحب، اگر آپ اصرار کرتے ہیں، تو پلیں گے۔“

اب اگر انہیں حضرت سے آپ کی بے تکلفی ہو تو آپ کو کتنی زحمت اٹھانی پڑے۔

”کھانا کھائیں گے آپ؟“

”ہاں ہاں ضرور کھائیں گے۔ لیکن کھانا کھانے سے پہلے چائے پیسیں گے۔“

”چائے منگواؤں؟“

”ضرور منگوایے، لیکن پہلے سکریٹ پلایے۔“

”چائے کے ساتھ کیا کھائیے گا؟“

”اماں یا رتمیس معلوم تو ہے۔ پاؤ بھر گا جر کا حلوا۔ دو آملیٹ، چار ٹو سٹ چھ سنبو سے۔ دس بارہ کریم روں اور ہاں ایک آدھ کیک ہو جائے تو سجان اللہ! لیکن جلدی کیجیے۔“

بے تکلفی میں یوں تو ہزاروں قباحتیں ہیں، لیکن سب سے بڑی یہ کہ بسا اوقات اس کے طفیل آپ کو سخت خفت اٹھانی پڑتی ہے۔ آپ چند معزز راشخاص سے نہایت عالمانہ انداز میں کسی مسئلے پر گفتگو کر رہے ہیں کہ کوئی صاحب دروازے پر اس طرح دستک دیتے ہیں، گویا دروازہ توڑ کر ہی دم لیں گے۔ دو ایک منٹ دروازہ کھٹکھانے کے بعد بلند آواز میں چلانا شروع کر دیتے

ہیں، ابے کہاں ہے؟“ دروازہ کھول۔ ابے ناہجار، سُننا نہیں۔ ہم کب سے چلا رہے ہیں۔ ارے کوئی ہے۔ سب مر گئے کیا؟!

کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ آپ کے احباب پر نگاہ غلط انداز ڈالتے ہیں اور نہایت متانت سے کہتے ہیں، ”معاف کیجیے گا صاحب، میری ان سے ذرا بے تکلفی ہے۔“

یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ دو بے تکلف دوستوں کے درمیان کچھ اس طرح گھر جاتے ہیں کہ نہ پائے رفت نہ جائے ماندن۔ ان میں سے ایک دوسرے کو نہایت غلیظ گالی دیتا ہے اور آپ کی طرف عفو طلب نظرؤں سے دیکھتے ہوئے کہتا ہے ”برانہ مائیے گا۔“ دوسرا جواب میں اسی طرح کی گالی دیتے ہوئے کہتا ہے ”معاف کیجیے گا،“ ہم بہت دنوں کے بعد ملے ہیں۔“ اس معذرت کے بعد گالیوں کا وہ سلسہ شروع ہو جاتا ہے کہ آپ کو بے ساختہ اس بے تکلفی کی داد دینا پڑتی ہے۔

ناولوں میں بے تکلف دوستوں کی بڑی دلچسپی مثالیں ملتی ہیں۔ تھیکرے ایک کردار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ صاحب جس دوست کے پاس ٹھہرتبے تھے رخصت ہوتے وقت اس سے ایک قمیض ضرور مستعار لیا کرتے تھے۔ ہمارے ایک دوست اس معاملے میں تھیکرے کے اس کردار سے بازی لے گئے ہیں۔ وہ صرف قمیض پر اکتفا نہیں کرتے۔ ساری پوشش کا مطالبة کرتے ہیں۔ عموماً ٹیکسی میں سوار ہو کر ہمارے یہاں تشریف لاتے ہیں اور کمرے میں داخل ہوتے ہی فرماتے ہیں۔ ”پانچ روپے کا ایک نوٹ نکالیے۔ ڈرائیور کو دفع کرلوں۔ پھر با تین کریں گے۔“ یہ حضرت ہمیشہ ہماری عدم موجودگی میں واپسی کا کرم کرتے ہیں اور وداع ہوتے وقت نوکر سے کہہ جاتے ہیں ”وہ آئیں تو انھیں کہہ دیجیے گا کہ میں ان کا گرم کوٹ، خاکی ٹائی اور کالی پتلون ساتھ لے جا رہا ہوں۔ چند دن استعمال کر کے واپس کر دوں گا۔“

ہمارے ایک اور بے تکلف دوست ہیں۔ وہ جہاں کہیں ہم سے ملتے ہیں، مصافحہ کرنے کے بجائے بار بار بغلگیر ہو کر بے تکلفی کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک بار انارکلی میں ملاقات ہوئی۔ بازار کے بیچ انھوں نے یہ عمل جو دہرانا شروع کیا تو راگبیر دانتوں میں انگلیاں داب کر رہ گئے۔ ہر دو منٹ کے بعد بغلگیر ہو کر کہتے ”بھئی خوب ملے۔“ یا رہ، حد ہو گئی۔ وہ اس انداز سے مجھے اپنے بازوؤں کے شکنے میں کس رہے تھے، گویا برسوں کے بعد ملے ہیں، حالانکہ اس ملاقات سے صرف دو دن پہلے مال روڈ پر ملے تھے اور وہاں بھئی انھوں نے اسی قسم کی گرجوشی کا مظاہرہ کیا تھا۔

بے تکلف دوست کی تو وہی مثال ہے کہ اسے وبال جان سمجھتے ہوئے بھی آپ وبال جان نہیں کہہ سکتے۔ اگر اس کے جی میں آئے تو آدھی رات کو آپ کے گھر آدمیکے اور نہ صرف لنیڈ کھانے کا مطالبه کرے، بلکہ کہے کہ ”سوئیں گے بھی یہیں اور

سوئیں گے بھی آپ کے ساتھ۔“ دو پھر کے وقت آپ سور ہے ہوں تو قینچی لے کر از راہ مذاق آپ کی دونوں موچھوں کا صفائی کر ڈالے۔ شدتِ درد سے آپ کراہ رہے ہوں تو بد تمیزی سے آپ کا منھ چڑانا شروع کر دے۔

بعض اوقات بے تکلف احباب ایسی حرکات کے مرتكب ہوتے ہیں کہ بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں ”ہائے تکلف! ہائے تکلف!!“ ایک دفعہ مجھے دہلی جانا تھا۔ گاڑی کے آنے میں دریختی۔ پلیٹ فارم پر ٹہل رہا تھا۔ اتنے میں ایک دوست سے ملاقات ہو گئی۔ پوچھنے لگے ’کہاں جا رہے ہو؟‘ میں دہلی۔ کہنے لگے: ”دہلی جا کر کیا کرو گے؟ چلو باتا نگر لے چلیں۔“ میں نے معذرت چاہی۔ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ یک لخت انھوں نے کہا ”ذرکٹ دیکھائیے تو“ میں نے ذرکٹ دکھایا۔ ذرکٹ لے کر انھوں نے اس کے ذرکٹے ذرکٹے کر دیے اور قلی سے کہنے لگے ”صاحب کا سامان واپس لے چلو، انھوں نے دہلی جانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔“

انہیں صاحب نے ایک بار اس سے بھی عجیب حرکت کی۔ ایک دن میں دریا کے کنارے کھڑا ہوا، غروب آفتاب کا منظر دیکھ رہا تھا، نہ جانے آپ کہاں سے آئے۔ آپ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پیچھے سے مجھے اس زور سے دھکا دیا کہ میں لڑکھڑا تا ہوا پانی میں جا گرا۔ آپ نہایت ڈھٹائی سے قہقهہ لگا کر فرمانے لگے ”واہ خوب چھلانگ لگائی آپ نے!“ جب میں بڑی مشکل سے تیر کر کنارے کے قریب پہنچا تو ایک قہقهہ لگا کر کہنے لگے ”مجھے معلوم نہ تھا، آپ اتنے اچھے تیراں بھی ہیں۔“

تکلف کے خلاف آپ جو چاہیں کہیں لیکن آپ کو تعلیم کرنا پڑے گا کہ تکلف سراسر نفاست ہے۔ اور بے تکلفی سراسر کشافت۔ تکلف ”پہلے آپ“ ہے تو بے تکلفی ”پہلے ہم اور جہنم میں جائیں آپ!“۔ تکلف گز بھر لمبا گھونٹھٹ ہے تو بے تکلفی گز بھر لمبی زبان۔ تکلف زیر لب مسکراہٹ ہے تو بے تکلفی خندہ بے باک۔

اب اگر اس پر بھی استادِ ذوق فرمائیں کہ ”تکلف میں سراسر تکلیف ہے“ تو ہم تو یہی کہیں گے ”صاحب، آپ کو بے تکلف دوستوں سے پالا ہی نہیں پڑا۔“

(کنھیا لال کپور)

مشق

● معنی یاد کیجیے:

تکلف	:	تکلیف اٹھا کر کوئی کام کرنا، بناوٹ، ظاہرداری، دکھاوا
معراج	:	بلندی، اوپر جائی
شاہد	:	گواہ
راحت	:	آرام، آسائش
نانجبار	:	بری چال چلنے والا
عنوطلب	:	معافی مانگنے والا
یک لخت	:	فوراً، اچانک
معدرت	:	عذر
مستعار	:	مانگا ہوا، ادھار لیا ہوا
اکتفا	:	کافی سمجھنا، کفایت کرنا
غیر حاضری	:	عدم موجودگی
کرم	:	عنایت، مہربانی
وداع	:	رخصت، جداوی
غروب	:	سورج یا چاند کا ڈوبنا
نفاست	:	خوبی، عمدگی، اضافت
کثافت	:	غلاظت، گاڑھا پن

● غور کیجیے:

☆ ضرورت سے زیادہ تکلف اور بے تکلفی دونوں ہی پریشانی کا سبب بن جاتے ہیں۔

● سوچے اور بتائیے:

- 1۔ بے تکلفی سے کیا پریشانی ہوتی ہے؟
- 2۔ تھیکرے نے اپنے ایک کردار کی بے تکلفی کا ذکر کس طرح کیا ہے؟
- 3۔ ”اے ذوقِ تکلف میں ہے تکلیفِ سراسر“ اس مصروع میں شاعر کیا کہنا چاہتا ہے؟

● نیچے لکھے ہوئے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

پینگ لگے نہ پھٹکری چھٹی کا دودھ یاد آنا دانتوں میں انگلیاں د班ا

● نیچے دیے ہوئے لفظوں سے واحد، جمع بنائیے:

ہاتھ	نشانات	جوتی	ٹوپیاں	فرض	احسانات
سوال	جنگل	جوابت	منزل		

● درج ذیل جملوں کو غور سے پڑھیے:

- . 1۔ اکبر نے ایک کہانی پڑھی۔
- . 2۔ حمید کھانا کھارہا ہے۔
- . 3۔ میں کل جے پور جاؤں گا۔

ان جملوں میں ”پڑھی“، ”کھارہا ہے“ اور ”جاوں گا“ سے کام کرنے کا وقت معلوم ہوتا ہے۔
پہلے جملے میں کہانی پڑھنے کا کام گزرے ہوئے وقت میں ہوا، اس زمانے کو ماضی کہتے ہیں۔
دوسرے جملے میں کھانے کا کام موجودہ وقت میں ہو رہا ہے۔ اس زمانے کو حال کہتے ہیں۔
تیسرا جملے میں جے پور جانے کا کام آنے والے وقت میں ہو گا۔ یہ زمانہ مستقبل کہلاتا ہے۔

● عملی کام:

اس سبق کے جن جملوں پر آپ کوہنگی آتی ہو انھیں اپنی کاپی میں لکھیے۔ ☆